© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اشارات

ہر دعوت حق کو عموماً تین طرح کے مخالفین اور تین قسم کے موافقین سے سابقہ پڑتا ہے۔ مخالفین کی قسمیں یہ ہیں :-

- معاندین۔
- متربصین۔
- متقلین۔

موافقین کے اقسام یہ ہیں :-

- سابقین اولین۔
- متبعین باحسان۔
- ضعفاء اور منافقین۔

ان میں سے ہر گروہ کی خصوصیات وصفات اور ان کی نفسیات الگ الگ ہیں اس وجہ سے ایک حکیم داعی کو ان میں سے ہر ایک کے ساتھ بالکل علیحدہ علیحدہ معاملہ کرنا پڑتا ہے۔ اور بہت بڑی حد تک دعوت کی کامیابی کا انحصار اسی فرق معاملہ پر ہے۔ اگر ایک داعی ان مختلف جماعتوں کو امتیاز کرنے اور ان کے مخصوص محرکات ومیلانات کے پہچاننے سے قاصر رہ جائے تو اس کی دعوت کا کامیابی سے ہم کنار ہونا مشکل ہے۔ مسئلہ کی اس اہمیت کی وجہ سے ہم چاہتے ہیں کہ ان تمام جماعتوں کی امتیازی خصوصیات اور ان کے ذہنی میلانات کی تشریح کریں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱- معاندین سے مراد وہ گروہ ہے جو دعوت کے اثر کا اندازہ کرتے ہی اس کی مخالفت کے لیے خم ٹھونک کر میدان میں اتر آتا ہے۔ ان کی مخالفت کی تہ میں یوں تو مختلف قسم کے محرکات کام کرتے ہیں لیکن تین محرک اصلی اور بنیادی ہیں۔ ایک حمیت جاہلیت، دوسرا استکبار اور حسد، تیسرا مفاد پرستی۔ یہ تینوں محرکات حق کی مخالفت میں پیش قدمی کے اعتبار سے تو بالکل یکساں نوعیت کے ہیں لیکن اپنی روح کے اعتبار سے بالکل مختلف ہیں

—— حمیت جاہلیت کی بیماری درحقیقت نظام جاہلی کے ساتھ اخلاص و وفاداری کا نتیجہ ہے۔ اس بیماری میں بالعموم وہ لوگ مبتلا ہوتے ہیں جو اپنے عہد کے نظام جاہلی کے مخلص اور وفادار خادم ہوتے ہیں۔ یہ لوگ جب دیکھتے ہیں کہ کوئی دعوت ایسی اٹھ رہی ہے جو اس نظام کو جس کے وہ علمبردار ہیں، توڑ پھوڑ کر اس کی جگہ کوئی نیا نظام برپا کرنا چاہتی ہے تو ان کے اندر ایک ہیجان برپا ہو جاتا ہے۔ ان کو اس میں اپنی قوم کی سیاسی و معاشی تباہی نظر آتی ہے۔ وہ دیکھتے ہیں کہ اس سے ان کے قبیلہ میں پھوٹ پڑ رہی ہے اور ان کی بنی بنائی جمعیت منتشر ہو رہی ہے۔ وہ یہ بھی محسوس کرتے ہیں کہ یہ دعوت باپ دادا کے معروف طریقہ اور پرانی روایات کے بالکل خلاف ہے اس وجہ سے ان کا دل اس سے کڑھتا ہے۔ یہ ساری باتیں مل ملا کر ان کے اندر داعی اور دعوت کے خلاف ایک سخت قسم کا غم و غصہ پیدا کر دیتی ہیں اور وہ پورے جوش کے ساتھ اس کی مخالفت میں لڑنے اور مرنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں لیکن چونکہ ان کی یہ مخالفت بیشتر قومی اخلاص پر مبنی ہوتی ہے اس وجہ سے اس میں کمینہ پن اور ذلالت کا شائبہ کم ہوتا ہے۔ یہ ایک مردانہ مخالفت ہوتی ہے جس میں جوش تو ہوتا ہے لیکن یہ جوش شرافت سے عاری نہیں ہوتا۔ اس طرح کی مخالفت میں اس کا امکان موجود رہتا ہے کہ غلط فہمیاں رفع ہونے کے بعد یہ عداوت محبت سے بدل جائے اور اگر ایسا ہوتا ہے تو یہ محبت بھی ویسی ہی پرجوش اور طاقتور ہوتی ہے جیسی پرجوش اور طاقتور عداوت تھی۔ اسلامی د کی تاریخ میں اس کی بہترین مثال ابوجہل اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مخالفت ہے۔ ابوجہل دعوت اسلام کی مخالفت میں آخر دم تک جس درجہ سرگرم رہا ہر شخص کو معلوم ہے، لیکن اس شدید عناد کے باوجود اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی رکیک الزام لگانے کی کبھی کوشش نہیں کی۔ جب آپ دعوت کے لیے نکلتے تو جوش مخالفت میں سایہ کی طرح آپ کے ساتھ ساتھ ہوتا کہ کوئی آپ کی بات سننے نہ پائے، لیکن جب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مخالفت میں تقریر کرتا تو اس کا انداز یہ ہوتا کہ "اسے محمد، میں تو یہ نہیں کہتا کہ تم جھوٹ بول رہے ہو لیکن تمہاری دعوت باپ دادا کے طریقہ کے خلاف ہے"۔ اس کو سب سے زیادہ غصہ اس بات پر تھا کہ اسلامی دعوت قریش کی جمعیت کو پارہ پارہ کر رہی ہے اور آنحضرت صلعم پر سب سے بڑا الزام جو وہ لگاتا تھا وہ یہ تھا کہ آپ نے بیٹے کو باپ سے اور بھائی کو بھائی سے جدا کر کے ان کو ایک دوسرے کا حریف بنا دیا۔ چنانچہ بدر کے معرکہ کے موقع پر جب اس نے دیکھا کہ اسلامی دعوت نے قریش کو قریش ہی کے خلاف صف آرا کر دیا ہے تو اس نے پورے جوش کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی۔ اللھم اقطعنا للرحم، واٰتانا بما لا یعرف فاحنہ الغداۃ۔ (اے خدا ہم میں جو سب سے زیادہ رشتہ رحم کا توڑنے والا اور اس بدعت کا باعث ہوا ہو اس کو کل شکست دیجیو)۔ یہ دعا اگرچہ حمیت جاہلیت کے زہر میں بجھی ہوئی ہے لیکن اس میں ابوجہل کی شرافتِ نفس اور قوم پرستی کا جو پہلو نمایاں ہے اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اس طرح کے مخالفین اگرچہ دعوت کی مخالفت میں کتنے ہی سرگرم ہوں، اپنے اندر ایک جوہر قوم پرستی کا رکھتے ہیں۔ اس وجہ سے ایک داعی حق کی نظروں میں ان کی ایک خاص وقعت ہوتی ہے اور وہ اس بات کا دل سے آرزو مند ہوتا ہے کہ ان کا یہ جوہر باطل کی جگہ حق کی خدمت میں استعمال ہو۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت اسلامی کے تمام مخالفین میں سے خصوصیت کے ساتھ ابوجہل اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام کے لیے دعا کی تاکہ ان کے قبول اسلام سے اسلام کی دعوت کو قوت و عزت حاصل ہو۔ آپ کی یہ دعا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارہ میں قبول ہوئی اور اسلامی تاریخ کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ ان کے اسلام لاتے ہی دفعۃً حالات کچھ سے کچھ ہو گئے۔ قبول اسلام سے پہلے حضرت عمرؓ جس جوش، جس سرگرمی اور جس ہمت و حمیت کے ساتھ اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت کر رہے تھے اسلام لانے کے بعد اس سے کہیں زیادہ اولوالعزمی اور مردانگی کے ساتھ اسلام کے لیے جاں نثاریاں کرنے لگے۔ ان کی جاہلی حمیت کے اسلامی رنگ اختیار کرتے ہی دوست دشمن ہر شخص کو محسوس ہونے لگا کہ اب اسلام کی صف میں ایک شیر دل مرد حق آ گیا ہے۔

حضرت عمرؓ کی سیرت کے اندر وہ جوہر موجود تھا جو انسان کی تمام اعلیٰ صفات کے لیے خمیر کا کام دے سکتا ہے لیکن یہ جوہر بہت سے جاہلی تصورات کے نیچے دبا ہوا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت حق کی رگڑ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے جب ان باطل تصورات کا میل اتر گیا تو نیچے سے وہ کھرا سونا صاف نکل آیا جس کی چمک نے بالآخر دنیا کی نگاہیں خیرہ کر دیں۔ اپنے عہد کے نظام جاہلی کے ساتھ حضرت عمرؓ کی وابستگی خود غرضانہ اور مفاد پرستانہ نہیں تھی بلکہ اسلام لانے سے پہلے اسی نظام باطل کو وہ حق سمجھتے تھے۔ اسی کو اپنے مقدس باپ دادا کا ورثہ خیال کرتے تھے، اسی کے اندر اپنی قومی عزت کا بقا سمجھتے تھے اور ان تمام وجوہ سے وہ اپنا یہ دینی اور قومی فرض سمجھتے تھے کہ اس کے بہی خواہوں کے بہی خواہ اور اس کے مخالفوں کے دشمن ہوں لیکن جب ان پر یہ بات واضح ہو گئی کہ حقیقت وہ نہیں ہے جو وہ سمجھ رہے ہیں بلکہ اس کے بالکل برعکس ہے تو اسی جذبے نے، جو ان کو نظام جاہلی کا پرجوش خادم بنائے ہوئے تھا، ان کو اسلام کی خدمت و اعانت کے لیے سرگرم کر دیا۔ اس طرح کی سیرت رکھنے والے اشخاص ادنیٰ درجہ کی خود غرضیوں سے بالاتر ہونے کی وجہ سے نہ تو کسی حقیقت کے واضح ہو جانے کے بعد اس کے انکار پر اڑتے اور نہ کسی چیز کو اختیار کر لینے کے بعد اس کے واجبی حقوق اور مطالبات ادا کرنے سے جی چراتے بلکہ ایک امر کے حق ثابت ہو جانے کے بعد اس کو قبول کرنے کی جرأت بھی رکھتے ہیں اور اس کے لیے اپنے ہر طرح کے ذاتی مفاد قربان بھی کر سکتے ہیں۔ ان کے کردار کا یہی پہلو ہے جس کی وجہ سے وہ جہاں کہیں بھی ہوتے ہیں اپنا ایک خاص درجہ اور مقام رکھتے ہیں۔ اس گروہ میں مختلف ٹائپ کے لوگ ہوتے ہیں۔ بعض کی حمیت اپنے حدود سے گذر کر انانیت اور خود پرستی کی صورت اختیار کر لیتی ہے اور ان کو آخر دم تک جاہلیت کے پھندے سے نکلنا نصیب ہی نہیں ہوتا جیسے ابوجہل۔ بعض تھوڑی سی کشمکش کے بعد کسی معمولی تنبیہ سے متنبہ ہو کر راہ حق پا لیتے ہیں جیسے حضرت عمرؓ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہما۔ بعض جاہلیت کے غلاف سے نکلنے میں بڑی دیر لگاتے ہیں جیسے ابوسفیانؓ۔ لیکن ایک وصف ان سب میں مشترک ہوتا ہے وہ یہ کہ جب یہ جاہلیت کو چھوڑ کر اسلام اختیار کرتے ہیں تو آتے ہی اسلام کی صف اول میں اپنی جگہ اسی طرح بنا لیتے ہیں جس طرح کل تک جاہلیت کی صف اول میں تھے خیارکم فی الجاھلیۃ خیارکم فی الاسلام۔

استکبار اور حسد کی وجہ سے دعوت حق کی مخالفت بالعموم وہ لوگ کرتے ہیں جو روایتی دینداری اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

موروثی مالداری کی وجہ سے نظام جاہلی کے اندر پیشوائی اور سرداری کے مقام پر متمکن ہوتے ہیں۔ یہ لوگ آگے چلتے رہنے کی وجہ سے آگے چلنے کے ایسے عادی ہو جاتے ہیں کہ حق کے پیچھے چلنے میں بھی انھیں عار محسوس ہوتا ہے اور وہ بجائے اس کے کہ حق کے پیچھے چلیں کوشش اس بات کی کرتے ہیں کہ حق کو اپنے پیچھے چلائیں۔ موروثی دینداروں کی ذہنیت بالعموم یہ ہوتی ہے کہ وہ حق کو اپنے باپ دادا کی میراث اور اپنی ذاتی جائداد خیال کرنے لگ جاتے ہیں اور عقیدت و احترام کے ماحول میں پلنے اور بڑھنے کی وجہ سے وہ اس بات کا تصور بھی نہیں کر سکتے کہ حق ان کی ذات یا ان کے حلقہ سے باہر بھی پایا جا سکتا ہے۔ موروثی مالداروں کا حال یہ ہے کہ وہ دنیوی شان و عظمت کو اپنے برحق ہونے کی دلیل ٹھیرا لیتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ جب انھیں عزت و عظمت حاصل ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ انہی کا فکر اور انہی کا عمل حق بھی ہے۔ اس طرح کی ذہنیت کے لوگوں کو جب کوئی ایسی دعوت چیلنج کرتی ہے جو ان کی روایتی دینداری کے خلاف ہوتی ہے یا جس کی زد ان کی خواہشوں پر پڑتی ہے تو یہ تلملا کے اس کی مخالفت کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور بالخصوص اس صورت میں ان کی مخالفت بہت ہی سخت و شدید ہو جاتی ہے جب یہ دعوت ان کے حلقے کے سوا کسی اور حلقہ سے بلند ہوئی ہو۔ یہ لوگ اس غرور میں مبتلا ہوتے ہیں کہ حق ہمارے ساتھ ہے اور ہمیشہ ہمارے ہی ساتھ رہے گا۔ اور اگر بالفرض ہمارے اندر سے غائب بھی ہو جائے تو جب کبھی بھی اس کو دنیا پر ظاہر ہونا ہے ہمارے ہی واسطہ سے ظاہر ہوگا۔ اس غرور کے ساتھ ظاہر ہے کہ کسی ایسے حق کا قبول کرنا ان لوگوں کے لیے تقریباً ناممکن ہے جس کے داعی وہ خود نہ ہوں۔ چنانچہ دعوت حق کی پوری تاریخ اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ جو لوگ اس مرض میں مبتلا رہے ہیں ان کو حق پر ایمان لانے کی بہت کم ہی توفیق نصیب ہوئی ہے۔ مکہ اور طائف کے وہ سردار جو کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کو اگر کوئی نبی بھیجنا ہی ہوتا تو وہ ہمارے اندر سے کسی کو بھیجتا، اسی بیماری میں مبتلا تھے۔ یہی لوگ تھے جو اسلام کے حق اور اس کے ایک نعمت الٰہی ہونے کے اس بنا پر منکر تھے کہ اگر یہ حق اور اللہ کا اتارا ہوا دین ہوتا تو ہو نہیں سکتا تھا کہ ہم سے پہلے یہ رذیل اور فاقہ مست لوگ اس کو پاتے۔ انہی لوگوں کے ساتھ یہود بھی شریک تھے جن کی اسلام کے ساتھ ساری عداوت و مخالفت کی تہ میں صرف یہ جذبہ کام کر رہا تھا کہ اگر وہ اس حق کو مان لیتے ہیں تو ان کی دینی پیشوائی کی ساری عزت و فضیلت خاک میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ل جاتی ہے۔ اس طرح کے لوگ اگرچہ بعض اعتراضات و شبہات بھی دعوت حق کے خلاف پیش کرتے ہیں تاکہ اپنی مخالفت کو جائز اور معقول ثابت کر سکیں لیکن حقیقت میں یہ سارے اعتراضات و شبہات محض اصل محرک مخالفت ـــــ استکبار و حسد ـــــ پر پردہ ڈالنے کے لیے گڑھے جاتے ہیں۔ اس طرح کے مخالفین ایک داعی حق کے لیے اپنے اندر امید سے زیادہ مایوسی کا پہلو رکھتے ہیں۔ ان میں بہت تھوڑے نکلتے ہیں جن کو قبول حق کی سعادت نصیب ہوتی ہے۔ یہ اپنے استکبار کی وجہ سے اپنے آپ کو الوہیت کے منصب پر سرفراز کر لیتے ہیں اور اس منصب کو چھوڑنا اس وقت تک گوارا نہیں کرتے جب تک اس کو چھوڑنے پر مجبور نہ کر دیے جائیں۔ قرآن مجید میں استکبار کو قبول حق کے سب سے بڑے موانع میں سے شمار کیا گیا ہے اور اسی وجہ سے جگہ جگہ قرآن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں کے پیچھے زیادہ وقت ضائع کرنے سے روکا گیا ہے جو دنیوی مال و متاع کی فراوانی یا مذہبی و دنیوی ریاست کی وجہ سے اپنے غرور میں سرمست ہیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے وقت کے فقیہوں اور فریسیوں کے غرور ہی کے بنا پر فرمایا تھا کہ "مبارک ہیں وہ جو دل کے غریب ہیں، آسمان کی بادشاہی میں وہی داخل ہوں گے" نیز فرمایا تھا کہ "اونٹ کا سوئی کے ناکہ میں جانا آسان ہے مگر دولت مند خدا کی بادشاہی میں نہیں داخل ہو سکتا"۔ بعد کے واقعات نے اس پیشنگوئی کی پوری پوری تصدیق کر دی۔ انجیل اور قرآن مجید دونوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی دعوت پر یروشلم کے علما اور فقہا میں سے ایک شخص بھی ایمان نہیں لایا یہاں تک کہ ان سے مایوس ہو کر حضرت کو دریا کے کنارے کے ماہی گیروں کے سامنے اپنی دعوت پیش کرنی پڑی اور انہی کے اندر سے اللہ کے کچھ بندے ان کو ایسے ملے جنھوں نے دعوت حق کے اس کام کو سنبھالا۔ کم و بیش یہی صورت حال اس وقت پیش آئی جب آنحضرت صلعم کی دعوت بلند ہوئی۔ اہل کتاب کے پیشوایان دینی میں سے صرف گنتی کے چند نفوس اسلام لائے بقیہ سارے کے سارے اپنی پیشوائی اور مشیخت کے غرور میں حق کی مخالفت پر اڑے رہے۔ جو لوگ ایمان لائے ان کی صفات جہاں قرآن نے گنائی ہیں وہاں ان کی سب سے نمایاں صفت یہ بیان فرمائی ہے کہ وَاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ (اور وہ گھمنڈ نہیں رکھتے)۔ جس معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہ لوگ تھے جن کے دلوں کو مذہبی اور دنیوی ریاست

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا کوئی روگ نہیں لگا تھا اور وہ اپنے آپ کو حق سے بالاتر نہیں سمجھتے تھے۔ اس گروہ کی ایک خاص خصوصیت یہ بھی ہے کہ شروع شروع میں یہ اپنے استکبار کی وجہ سے دعوت کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے اور اس کی طرف کچھ توجہ نہیں کرتا لیکن جب دعوت بڑھنے اور پھیلنے لگتی ہے اور ان کو اپنے پاؤں کے نیچے کی زمین کھسکتی نظر آتی ہے تو ان پر حسد کا سخت دورہ پڑتا ہے۔ اس وقت یہ داعی اور دعوت کی مخالفت میں وہ سب کچھ کر گذرتے ہیں جو ایک مبتلائے حسد گروہ کر سکتا ہے۔

مفاد پرستی کی وجہ سے دعوت حق کی مخالفت وہ لوگ کرتے ہیں جن کا اخلاقی تصور حُبِ ذات سے آگے نہیں بڑھتا۔ ان کا سارا اخلاقی و اجتماعی فلسفہ اپنی ذات سے شروع ہوتا ہے اور پھر برابر اسی محور پر گھومتا رہتا ہے۔ بمحض انسان کی اس فطری مجبوری کی وجہ سے کہ وہ ایک اجتماعی وجود ہے، جو تنہا زندگی بسر نہیں کر سکتا، کسی اجتماعی نظام کے اندر شامل تو ہوتے ہیں لیکن اس کے اندر ہر قدم پر صرف استحقاق تلاش کرتے ہیں، کسی جگہ بھی ذمہ داری کا بوجھ اٹھانے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ ان کے نزدیک حق اور باطل کا معیار ان کی اپنی ذات ہے۔ جس چیز سے ان کی ذات کا بھلا ہو وہ حق ہے، اور جس چیز سے ان کے کسی ذاتی مفاد کو ٹھیس لگ رہی ہو وہ باطل ہے۔ جن لوگوں کا اخلاقی و اجتماعی تصور اتنا پست ہو وہ لازماً ہر اس دعوت کی مخالفت کرتے ہیں جس سے ان کی مفاد پرستی کا یہ گھنونا پن دوسروں کے یا خود ان کے سامنے واضح ہو رہا ہو۔ اس طرح کے لوگ ان تمام جوہری صفات سے بالکل عاری ہوتے ہیں جن سے ایک اعلیٰ سیرت کی تشکیل ہوتی ہے اس وجہ سے کسی نظام حق کے لیے ان کا وجود فطری طور پر ویسا ہی نکما ہے جس طرح ایک عنین کا وجود ایک عورت کے لیے۔ یہ اپنی طبعی پستِ اخلاق اور دنائت کی وجہ سے کسی فاسد دعوت اور فاسد نظام ہی کی طرف میلان رکھتے ہیں اور اس کے ساتھ بھی ان کی وابستگی بالکل منافقانہ اور خود غرضانہ ہی ہوتی ہے۔ اس کے لیے اپنے دلی جوش و جذبہ کے ساتھ ایک جرأت بھی کھانے کے لیے وہ تیار نہیں ہوتے۔ اسلامی دعوت کی تاریخ میں اس کی نہایت حقیقت افروز مثال ابو لہب کا وجود ہے جس کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت سے سارا اختلاف محض اس وجہ سے تھا کہ آپ کی دعوت سے اس کی سیرت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے تمام بدنما پہلو لوگوں کے سامنے آ رہے تھے اور اپنی خود غرضی اور زر پرستی سے اس نے جو دولت اکٹھی کر رکھی تھی وہ سب معرض خطر میں تھی۔ یوں تو وہ قریش کے قائم کردہ نظام جاہلی میں سب سے اونچے عہدہ پر فائز تھا لیکن اس نظام کے ساتھ اس کی ساری وابستگی محض اس وجہ سے تھی کہ منصب رفادہ اور خانہ کعبہ کی کلید برداری کی وجہ سے اس کو مالی دستبرد کے بہت سے مواقع حاصل تھے۔ اس سے آگے اس کو نہ تو اپنی قوم ہی سے کوئی ہمدردی تھی اور نہ اس نظام ہی کے خیر و شر سے کوئی دلچسپی تھی جس کا وہ سب سے بڑا لیڈر تھا۔ اس کا سب سے زیادہ واضح ثبوت یہ ہے کہ یوں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی مخالفت میں آگے آگے رہتا اور لوگوں کے سامنے یہ ظاہر کرتا کہ یہ آباؤ اجداد کے قائم کردہ نظام کو برباد کرنے والی دعوت ہے لیکن بدر کے موقع پر جو قریش کے نقطۂ نظر سے ایک فیصلہ کن معرکہ تھا، اور جس میں ان کے تمام سردار پورے جوش دینی کے ساتھ شریک ہوئے، وراثت ابراہیمی کا یہ سب سے بڑا دعویدار گھر میں بیٹھا رہا اور کرایہ کے ایک آدمی کو اپنی طرف سے میدان میں لڑنے کے لیے بھیج دیا۔ اس طرح کے لوگوں کا ہر دعوت حق کے ساتھ فطری تعلق صرف مخالفت ہی کا ہو سکتا ہے اور مخالفت ہی کا ہوتا ہے۔ یہ دناءت اور رذالت میں اتنے پختہ اور مشاق ہو جاتے ہیں کہ کوئی دعوت جو مکارم اخلاق کی طرف بلا رہی ہو، جو ہمدردی، مساوات اور اخوت کا مطالبہ کر رہی ہو، جو ایثار، قربانی، اور جاں نثاری کے لیے پکار رہی ہو ان کو اپیل ہی نہیں کر سکتی۔ اس قسم کی دعوت کے لیے ان کے کان بہرے اور ان کے دل مردہ ہو چکے ہوتے ہیں، اور وہ نہ صرف یہ کہ اس کی طرف اپنے اندر کوئی میلان نہیں پاتے بلکہ اس سے نفرت اور کراہت محسوس کرتے ہیں۔ اس طرح کے لوگوں کی مخالفت بھی، ان کی اخلاقی پستی کی وجہ سے، نہایت رذیل اور کمینہ مخالفت ہوتی ہے۔ یہ علانیہ اور اصولی مخالفت کے بجائے بالعموم چغلی، بدگوئی اور عیب جوئی پر اتر آتے ہیں اور ہمز و لمز کے ذریعہ سے اپنی لیڈری کا بھرم قائم رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

۲- متربصین سے مراد وہ گروہ ہے جو دعوت حق کا حق ہونا تو کسی حد تک محسوس کر لیتا ہے لیکن نہ تو اس کے اندر اتنی اخلاقی قوت ہوتی کہ وہ حق کو مجرد اس بنا پر کہ وہ حق ہے قبول کر کے اس کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا سکے اور نہ عقلی اعتبار ہی سے یہ لوگ اتنے بلند ہوتے کہ نظام حق کے عملاً برپا ہونے سے پہلے کامیابی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے ان امکانات کا اندازہ کر سکیں جو حق کے اندر مضمر ہوتے ہیں۔ اس کمزوری کی وجہ سے یہ گروہ بجائے اس کے کہ کسی حق کے حق ہونے کا فیصلہ اپنی عقل سے کرے اس معاملہ کو مستقبل کے حوالہ کرکے انتظار کرتا ہے کہ اگر مستقبل نے اس کی کامیابی کا فیصلہ کر دیا تو اس کا ساتھ دیں گے ورنہ زندگی جس نہج پر گزر رہی ہے گزرتی جائے گی۔ یہ لوگ اپنی اخلاقی کمزوری اور عقلی ضعف کی وجہ سے ایک ذہنی کشمکش اور تردد و تذبذب کی حالت میں مبتلا ہوتے ہیں اس وجہ سے دعوت حق کی مخالفت میں یہ بہت سرگرم تو نہیں ہوتے لیکن وقت کے نظام غالب کے اثر سے ساتھ مخالفین دعوت ہی کا دیتے ہیں اور حق و باطل کی کشمکش کے ہر مرحلہ میں زیادہ تر ان کی کوشش اس بات کے لیے ہوتی ہے کہ کوئی صورت سمجھوتے کی پیدا ہو جائے کہ حق و باطل دونوں ساتھ ساتھ مل کر چل سکیں۔ یہ لوگ ایک بڑی حد تک منکرین حق کے گروہ میں وہی پوزیشن رکھتے ہیں جو موافقین حق کے گروہ میں منافقین کا ہوتا ہے اور اپنی اخلاقی کمزوری کی وجہ سے حق کی بڑی سے بڑی کامیابی کے بعد بھی ان کا تربص اور انتظار ختم نہیں ہوتا۔ ابتدائے دعوت اسلام میں جو لوگ اس طرح کی ذہنی حالت رکھنے والے تھے وہ بدر کے موقع پر یہ کہتے تھے کہ اگر اس معرکہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں کو کامیابی ہوئی تو ہم مان لیں گے کہ انہی کی دعوت حق ہے اور اس کا ساتھ دیں گے لیکن جب یہ معرکہ سر ہوگیا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غالب کیا تو انھوں نے اپنے معاملہ کا فیصلہ آئندہ لڑائیوں کے نتائج پر ملتوی کر دیا۔ ان جنگوں کا نتیجہ بھی جب قریش کے خلاف ہی نکلا اور عملاً قریش کی فوجی قوت ٹوٹ گئی تو اس بات کا انتظار کرنے لگے کہ دیکھیں یہود کی منظم طاقت سے اسلام کا مقابلہ کیسا رہتا ہے؟ جب یہود کی طاقت بھی درہم برہم ہوگئی تو چاہیے تھا کہ ان کا انتظار ختم ہو جاتا لیکن اس کے بعد بھی ان کی ایک جماعت باقی رہی جو اس تصادم کے نتیجہ کا انتظار کرنے لگی جو رومیوں اور مسلمانوں میں برپا ہونے والا تھا۔ اس طرح یہ لوگ ایک غیر مختتم انتظار میں مبتلا رہے اور اس وقت تک ایمان نہیں لائے جب تک ان کے لیے کفر پر قائم رہنا ناممکن نہیں ہوگیا۔

اس گروہ کی بنیادی کمزوری یہ ہے کہ یہ لوگ حق کو عقل سے پرکھ کر اس پر ایمان لانا نہیں چاہتے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بلکہ اس کے غلبہ کو آنکھوں سے دیکھ کر اس پر ایمان لانے کی خواہش رکھتے ہیں اور یہ خواہش بعینہ وہی خواہش ہے جس کا اظہار ان لوگوں کی طرف سے ہوا ہے جو خدا پر ایمان لانے سے پہلے اس کو دیکھنے کی آرزو رکھتے تھے۔ یہ خواہش ایک طفلانہ خواہش ہے اور خدا اور اس کے رسول نے کبھی اس کی حوصلہ افزائی نہیں فرمائی ہے بلکہ صاف صاف یہ فرمایا ہے کہ ایمان صرف وہ معتبر ہے جو عقل سے سمجھ کر لایا جائے نہ کہ آنکھوں سے دیکھ کر۔ جو شخص ایک حق کو اس لیے حق مانتا ہے کہ اس کے اچھے نتائج و ثمرات اس کے سامنے موجود ہیں یا اس کی مخالفت کے برے نتائج وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے وہ درحقیقت حق پر ایمان نہیں لایا ہے بلکہ وہ یا تو فوائد کی پوجا کر رہا ہے یا نقصانات کے ڈر سے سہما ہوا ہے۔ جو انسان ظاہر پرستی کے اس درجہ تک گر جاتا ہے اس میں اور ایک حیوان میں صرف صورت کا فرق رہ جاتا ہے اور اس کے لیے ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ اس دنیا میں رہ کر کسی ایسے بلند اخلاق کا پابند رہ سکے جس کے نتائج آج نہیں بلکہ کل ظاہر ہونے والے ہیں۔ یہی رمز ہے کہ اس ٹائپ کے لوگ داعیان حق کے نقطہ نظر سے کوئی بڑی قیمت نہیں رکھتے۔ ان کی ذہنیت مقلدانہ ذہنیت ہوتی ہے۔ یہ چلتی گاڑی پر سوار ہونے کے عادی ہوتے ہیں خواہ وہ کسی سمت کو جا رہی ہو۔ یہ کفر کے ساتھی ہیں اس وجہ سے کہ کفر غالب ہے۔ اسلام کا بھی ساتھ دیں گے اگر اسلام غالب ہو جائے۔ ان کے اندر وہ مردان کار نہیں ہوتے جو حق کی طرف اپنی اندرونی کشش سے کھنچ آئیں بلکہ یہ طاقت کے دباؤ سے مجبور ہو کر آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس طرح کے لوگوں سے جماعت کی قوت بڑھتی نہیں بلکہ گھٹتی ہے۔ ابتدائے اسلام میں جو لوگ ایمان لائے تھے ان کی قوت کا یہ حال تھا کہ ان میں کا ایک ایک دس کافروں پر بھاری تھا لیکن جب ان مسلمانوں کے ساتھ فتح مکہ کے بعد اسلام لانے والوں کا جم غفیر بھی شامل ہو گیا تو یہ قوت گھٹ کر صرف ایک اور دو کی نسبت رہ گئی۔

اپنے عقلی اور اخلاقی ضعف کی وجہ سے اس ذہنیت کے لوگ کبھی کسی دعوت حق پر اس دور میں ایمان نہیں لا سکتے جس دور میں وہ کشمکشوں اور آزمائشوں سے گذر رہی ہو۔ یہ ممکن ہے کہ یہ اس کے حق میں چوری چھپے کوئی کلمۂ خیر کہہ دیں، یہ بھی ممکن ہے کہ ان کے دل کے مخفی گوشوں میں اس کی کامیابی کی کوئی خواہش پیدا ہو جائے، یہ بھی متوقع ہے کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وہ ان لوگوں کو کچھ اچھا نہ سمجھیں جو دعوت کی مخالفت میں بہت پیش پیش ہوں بلکہ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ اس طرح کے لوگ کبھی دعوت حق کی مالی یا اخلاقی مدد کا حوصلہ کر لیں۔ یہ ساری باتیں ممکن ہیں لیکن یہ بالکل ناممکن ہے کہ یہ لوگ اس بات کی ہمت کر لیں کہ ٹوٹے ہوئے تختوں کو جمع کریں، ان کو جوڑ کر کشتی بنائیں، اس کشتی کو منجدھار میں ڈال دیں اور باد مخالف سے لڑ کر اس کو ساحل مراد پر پہنچانے کی کوشش کریں۔ ان کی ذہنی حالت دعوت کے مختلف سازگار اور ناسازگار حالات کے لحاظ سے متغیر ضرور ہوتی رہتی ہے، کبھی دعوت کی کامیابی کے آثار دیکھ کر ان کے دلوں میں گدگدی پیدا ہو جاتی ہے کہ آگے بڑھ کر خود بھی چھلانگ لگا دیں، کبھی مشکلات و مصائب دیکھ کر بالکل سہم جاتے ہیں اور دعوت کو حماقت اور داعی کو بے تدبیر اور مجنون قرار دینے لگتے ہیں لیکن ایسا کم ہوتا ہے کہ معاندین کے سے جوش کے ساتھ اس کی مخالفت اور بیخ کنی پر آمادہ ہو جائیں یا کھلم کھلا اس پر ایمان لا کر اس کی حمایت و نصرت کے لیے سرگرم ہو جائیں۔ یہ اس کی تباہی بھی چاہتے ہیں تو اس طرح نہیں کہ اس کو تباہ کرنے کے لیے خود انھیں کوئی خطرہ مول لینا پڑے بلکہ یہ چاہتے ہیں کہ یہ کشتی کسی چٹان سے ٹکرا کر خود پاش پاش ہو جائے، اسی طرح اگر اس کی کامیابی کی آرزو کرتے ہیں تو اس طرح نہیں کہ اس راہ میں انھیں کوئی جوکھم برداشت کرنا پڑے بلکہ یہ چاہتے ہیں کہ دوسرے اس کے لیے جان و مال کی قربانیاں کر کے اس کو پروان چڑھائیں اور یہ اس کا پھل کھائیں۔

۳۔ مستضعفین سے مراد عامۃ الناس کی وہ بھیڑ ہے جن کو اپنی روٹی اور روزمرہ کی ضروریات کی فراہمی سے کبھی اتنی فرصت ہی نہیں ملتی کہ وہ سوسائٹی کے بناؤ اور بگاڑ کے کاموں میں قائدانہ حیثیت سے کوئی حصہ لے سکیں۔ یہ ذہنی اور معاشی دونوں اعتبار سے اپنے وقت کے نظام کے تابع بلکہ اس کے قلی ہوتے ہیں اور اس کے تحت جیتے رہنے ہی کو ایک بڑی نعمت اور ان لوگوں کا فضل و احسان سمجھتے ہیں جن کی قیادت میں یہ نظام چل رہا ہوتا ہے۔ یہ لوگ بالعموم ان اخلاقی مفاسد سے پاک ہوتے ہیں جن میں معاندین کا گروہ مبتلا ہوتا ہے اس وجہ سے کسی دعوت حق کی مخالفت میں سرگرمی کے ساتھ نہ یہ حصہ لیتے اور نہ ان کے حصہ لینے کی کوئی وجہ ہے لیکن یہ اپنے وقت کے دینی و سیاسی پیشواؤں کے مقلد اور مرید ہوتے ہیں اور ان کے ساتھ ایک موروثی حسن ظن رکھتے ہیں اس وجہ سے کوئی ایسی بات جو ان کے ائمہ سیاست و مذہب کے مسلک کے خلاف ہو ان کے دل کو اولاً تو لگتی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں اور اگر لگتی بھی ہے تو شروع شروع میں وہ اس سے بیگانگی سی محسوس کرتے ہیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ پہلے ان کے لیڈر قدم اٹھائیں تو یہ ان کے ساتھ چلیں۔ ان کے اندر ان اسباب کی وجہ سے جو اوپر بیان ہوئے، موافقت کے بجائے مخالفت کی راہ میں قدم اٹھاتے ہیں اور اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ اپنے ساتھ اپنے اتباع کو بھی لے چلیں۔ یہ وقت ہوتا ہے کہ یہ گروہ دعوت سے واقف ہونا شروع ہوتا ہے اور درجہ بدرجہ حق و باطل کی یہ کشمکش جتنی ہی بڑھتی جاتی ہے عامۃ الناس اتنے ہی اس سے قریب ہونا شروع ہوتے ہیں۔ اس کشمکش میں ان کو داعی کے بے لوث کیرکٹر اور اس کی دعوت کی دلپذیری کا بطور خود اندازہ کرنے کا موقع ملتا ہے جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ ان کے اندر کے کچھ ذہین اور اخلاقی جرأت رکھنے والے اشخاص دعوت کے حامی بن جاتے ہیں۔ وقت کے ارباب جب دیکھتے ہیں کہ ان کے پیرو ان کے ہاتھوں سے نکلے جا رہے ہیں تو وہ دعوت اور داعی کی مخالفت میں پوری قوت کے ساتھ میدان میں اتر آتے ہیں اور عوام کو اپنے ساتھ رکھنے کے لیے پروپگنڈے کے سارے حربے استعمال کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ چیز اگرچہ بہتوں کو دعوت کے خلاف بدگمانیوں میں مبتلا کر دیتی ہے لیکن اس دور میں ان لوگوں کو داعی کے اعلیٰ کیرکٹر اور اس کی دعوت کی عقلی قوت کا اپنے لیڈروں کے اخلاق اور ان کی دعوت کی قوت سے موازنہ کرنے کا اچھا موقع ملتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آہستہ آہستہ عوام اپنے سابق لیڈروں سے بدگمان اور نئی دعوت سے متاثر ہونا شروع ہوتے ہیں اگرچہ دیرینہ تقلید کی بندشیں فوراً دور نہیں ہوتیں لیکن اس گروہ کے جری اور بلند سیرت اشخاص حق پرستی کی راہ کھول دیتے ہیں اور یکے بعد دیگرے اس طبقہ کا ایک بڑا حصہ حق کے آغوش میں آ جاتا ہے۔

یہ دعوت حق کے مخالفین کی مختلف جماعتوں کی خصوصیات و رجحانات کی تشریح تھی۔ آئندہ صحبت میں ہم موافقین کی مختلف گروہوں کی نفسیات پر روشنی ڈالنے کی کوشش کریں گے۔

© rasailojaraid.com